محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تصانیف

مولانا محمد اسحاق بھٹی برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر اہل قلم سے تھے۔ اُنہوں نے تصنیف و تالیف، تاریخ، صحافت اور شخصی خاکہ نگاری میں نام پیدا کیا اور شہرتِ دوام حاصل کی۔ وہ بلا شرکتِ غیرے عصر حاضر کے عظیم مؤرخ، بلند پایہ مصنف اور خاکہ نویس تھے۔ ۷۰ سال اپنے قلم سے دین اسلام اور اردو زبان و ادب کی خدمت کی۔ مختلف موضوعات پر ان کی کئی دینی، علمی، تاریخی اور سیر و سوانح پر کتب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر آکر لوگوں سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

شخصیت نگاری بھٹی صاحب کا من پسند موضوع تھا۔ اس پر ان کے گوہر بار قلم نے خوب جوہر دکھائے۔ بھٹی صاحب کی تصنیفی خدمات کا دائرہ دور تک پھیلا نظر آتا ہے، جس خوب صورت اور دل کش پیرائے میں اُنہوں نے مقتدر شخصیات کے 'شخصی خاکے' تحریر کئے ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے ہم انہیں اس فن کا امام کہہ سکتے ہیں۔ اُن کی تحریروں میں حد درجہ شگفتگی اور سلاست پائی جاتی ہے، ان کا اُسلوبِ نگارش دل نشیں ہے۔ ان کے لکھے ہوئے سوانحی خاکے پڑھ کر ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ شخصیات میدانِ زندگی میں متحرک اور سرگرمِ عمل ہیں اور ہم ان سے ہم کلام ہیں۔

عظیم ادیب و مصنف محترم مشفق خواجہ (وفات ۲۰ر فروری ۲۰۰۵ء) کے الفاظ میں...

> "شخصیات پر لکھنے والا آپ سے بہتر اس وقت کوئی نہیں ہے۔ آپ لکھتے نہیں، کارِ مسیحائی فرماتے ہیں۔ جسے مُردوں کو چلتے پھرتے دیکھنا ہو، وہ آپ کے مضامین پڑھ لے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے کیسی کیسی منتخب روزگار شخصیات کو دیکھا، وہ لوگ بھی کچھ کم خوش نصیب نہیں جو آپ کے توسط سے یعنی آپ کے مضامین پڑھ کر ان شخصیات کو قریب سے دیکھتے ہیں۔ میں بھی ایسے خوش نصیبوں میں شامل ہوں۔"

بلاشبہ اللہ ربّ العزت نے بھٹی صاحب کو علم وفضل اور عمل و کردار کی بہت سی خوبیوں سے مالا مال کیا تھا۔ ان کا علم وسیع اور حافظہ قوی تھا۔ جو بات پڑھ لی یا کسی سے سن لی، وہ ان کے حافظے کی گرفت میں آگئی۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگوں اور جماعتی تاریخ کے بے شمار واقعات ان کی لوحِ ذہن پر نقش تھے۔ جب وہ ان واقعات کو اپنی تحریروں میں مناسب مواقع پر درج کرتے تو قاری ان کو پڑھ کر بے اختیار داد دینے لگتا۔

مولانا اسحاق بھٹی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اخلاق و عادات، محبت و خلوص، انسان دوستی، ملنساری،

مہمان نوازی، سادگی اور مروّت میں مثالی اور بہت ہی پیارے انسان تھے۔ ان کی خوش طبعی، بذلہ سنجی، لطیفہ گوئی اور باغ و بہار شخصیت دوسرے کو متاثر کرتی۔ ان کی دل آویز شخصیت کا یہی رنگ اُن کی تحریروں میں بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

مولانا بھٹی کی تعلیم و تربیت

مولانا محمد اسحاق بھٹی ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء کو کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام میاں عبد المجید بھٹی اور دادا کا اسم گرامی میاں محمد تھا۔ میاں محمد نہایت نیک اور متورّع انسان تھے۔ دین داری تقویٰ، صالحیت اور ورع و عفاف کے زیور سے آراستہ تھے۔ ان کے قلب و ذہن پر اسلامی تعلیمات کے گہرے نقوش ثبت تھے۔ وہ اپنے دل میں اسلام کی سچی محبت اور جذبہ رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے اس پوتے محمد اسحاق کو شروع دن سے ہی علم و عمل کی راہ پر ڈال دیا تھا اور اسلامی تقاضوں کے مطابق اس کی تربیت کرنا شروع کر دی تھی۔ نماز کے لئے وہ اُنہیں ساتھ لے کر مسجد جاتے، آٹھ سال کے تھے کہ دادا نے گھر میں ہی ان کو قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا۔ تیسویں پارے کی دس بارہ سورتیں حفظ کروائیں اور اُردو کی چند کتب بھی پڑھا دیں۔ مولوی رحیم بخش کی 'اسلام کی کتاب' (اوّل تا چہارم) بھی پڑھا دی اور حافظ محمد لکھوی مرحوم کے پنجابی شعروں پر مشتمل منظوم کتب: انوارِ محمدی، زینت الاسلام اور احوال الآخرت بھی پڑھا دی تھیں۔

۱۹۳۴ء میں مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب جب چوتھی جماعت کے طالب علم تھے تو ایک دن اُن کے دادا محترم اُنہیں لے کر مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ازراہِ کرم اسے قرآن مجید کا ترجمہ اور تاریخ اسلام کے علاوہ اس کے فہم کے مطابق دینی مسائل کی کتب پڑھا دیا کریں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف اس وقت کوٹ کپورہ کی جامع مسجد کے خطیب تھے اور اُنہوں نے یہیں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔ چنانچہ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب مولانا عطاء اللہ حنیف سے ترجمۃ القرآن اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی شہرہ آفاق کتاب 'رحمۃ للعالمین' پڑھنے لگے اور اُنہوں نے اڑھائی تین ماہ میں رحمۃ للعالمین کو پڑھ لیا۔ آپ ذہین طباع طالب علم تھے، حافظہ قوی تھا، جو سبق پڑھتے مستحضر ہو جاتا۔ ان کے اُستاذِ گرامی مولانا عطاء اللہ اپنے اس ہونہار اور لائق شاگرد سے بہت خوش تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف کی خدمتِ عالیہ میں رہ کر بھٹی صاحب نے مروّجہ علوم و فنون اور تفاسیر و احادیث کی کتب پڑھیں اور درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ تحصیل علم کے لئے بھٹی صاحب مرکز الاسلام لکھوکے میں بھی مولانا عطاء اللہ مرحوم کی خدمت میں رہے اور دو سال جامع مسجد گنبد والی، فیروز پور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۴۰ء میں مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب کے حکم پر گوجرانوالہ کا رخ کیا اور دو سال مولانا حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کی خدمت میں رہ کر صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بعض دوسری کتب پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی۔

تحصیل علم کے بعد مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب ایک سال محکمہ انہار، ہیڈ سلیمانکی میں کلرک رہے۔ پھر

مارچ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک مدرسہ مرکز الاسلام میں فریضۂ تدریس انجام دیتے رہے۔ اس دوران اُنہوں نے آزادی کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا اور فرید کوٹ جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۷ء تک ریاست فرید کوٹ کی پرجامنڈل کے سیکرٹری رہے۔ ریاستی پرجامنڈل پنجاب کی ریاستوں میں کانگرس کی بدل تھی۔ اس کے صدر گیانی ذیل سنگھ تھے جو بعد میں ہندوستان کے صدر بنے۔

تقسیم ملک کے بعد مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب ۲۱/اگست ۱۹۴۷ء کو چھوٹے بڑے ایک سو تیس افراد کے ساتھ کوٹ کپورہ سے قصور پہنچے اور اکتوبر ۱۹۴۷ء میں اپنے خاندان کے ہمراہ چک نمبر ۵۳ گ ب منصور پور ٹیسیاں (تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد) آگئے اور اُنہوں نے اس گاؤں میں سکونت اختیار کرلی۔

جولائی ۱۹۴۸ء میں بھٹی صاحب کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا اور وہ ۲۴/جولائی ۱۹۴۸ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں منعقدہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد اُنہیں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے مستقل لاہور بلوا کر اُنہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا ناظم دفتر بنادیا گیا اور آپ پندرہ سال مرکزی جمعیت کے صدر مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور انہوں نے مولانا غزنوی مرحوم کے ساتھ مل کر جماعت کی تعمیر و ترقی کے لئے بہت کام کیا۔

مولانا بھٹی کی صحافتی خدمات

۱۹/اگست ۱۹۴۹ء کو گوجرانوالہ سے ہفت روزہ 'الاعتصام' کا اجراہوا۔ مولانا محمد حنیف ندوی اس کے مدیر بنائے گئے۔ کچھ عرصے بعد مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کو ان کا معاون مدیر بنا کر گوجرانوالہ بھیج دیا گیا۔ اس دور میں جمعیت کے ناظم دفتر اور الاعتصام کے معاون مدیر کی ذمہ داری بھٹی صاحب پر تھی۔ بھٹی صاحب پہلے الاعتصام کے معاون مدیر اور پھر مدیر بنائے گئے اور اُنہوں نے سولہ سال الاعتصام کے ادارتی فرائض انجام دیئے۔ مولانا بھٹی صاحب نے معاون ایڈیٹر کی تشریح اپنے اُسلوب خاص میں ایک مضمون میں کچھ اس طرح کی ہے۔ لکھتے ہیں...

> "معاون ایڈیٹر کا لفظ تو میں نے لکھ دیا ہے لیکن بات یہ ہے کہ میں اخبار میں خاکروب بھی تھا، چپڑاسی بھی تھا، کلرک بھی تھا، منیجر بھی تھا۔ اس سے آگے عرض کروں کہ بعض دفعہ اداریے اور شذرات بھی لکھا کرتا تھا۔ کتنے ہی شماروں میں ایسا ہوتا کہ مولانا حنیف ندوی 'وزیر بے محکمہ' کی طرح پورے پرچے میں 'مدیر بے تحریر' ہوتے اور ہر سطر، ہر پیرے اور ہر صفحے پر ہمارا سکہ چلتا تھا۔"

۱۵/مئی ۱۹۵۱ء کو مولانا حنیف ندوی ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں چلے گئے تو مرکزی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے 'الاعتصام' کی تمام تر ذمہ داری مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے سپرد کردی گئی۔ اور آپ ۳۰ مئی ۱۹۶۵ء تک اس سے منسلک رہے۔

اس دوران جنوری ۱۹۵۸ء میں آپ نے سہ روزہ 'منہاج' جاری کیا۔ یہ اخبار چودہ مہینے جاری رہا۔ اس کے

مضامین بڑے معیاری، علمی اور تحقیقی ہوتے تھے۔ موقع کی مناسبت سے حالاتِ حاضرہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی جاتی تھی۔ اپنے دور کا یہ ایک معیاری اخبار تھا۔ اس اخبار کو جماعت اہل حدیث کے حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی لیکن بعض ناگزیر حالات اور مالی مشکلات کے باعث کافی خسارہ اٹھانے کے بعد بالآخر اپریل ۱۹۵۹ء میں اس اخبار کو بند کر دیا گیا اور بھٹی صاحب نے اخبار نکالنے کے شوق سے ہمیشہ کیلئے توبہ کر لی۔

'الاعتصام' کی سولہ سال ادارت سے علیحدگی کے بعد بھٹی صاحب نے پروفیسر سید ابو بکر غزنوی کے اصرار پر ماہنامہ 'توحید' کی ادارت قبول کی۔ یہ اخبار جولائی ۱۹۶۵ء میں بڑی شان سے چھپا۔ پہلا صفحہ رنگین گیٹ اَپ، کاغذ، مضامین، ہر اعتبار سے دیدہ زیب اور دلکش، لیکن کچھ عرصہ بعد بھٹی صاحب اخبار 'توحید' سے بھی الگ ہو گئے اور انکے علیحدہ ہونے کے تھوڑے عرصے بعد 'توحید' اپنی اشاعت کے چار پانچ ماہ پورے کر کے بند ہو گیا۔

مولانا بھٹی کی جماعتی خدمات

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے قیام ۲۴ر جولائی ۱۹۴۸ء سے ۳۰ مئی ۱۹۶۵ء تک باقاعدہ مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ رہے۔ ابتدا میں ناظم دفتر اور پھر الاعتصام کے معاون مدیر اور پھر ایڈیٹر کی حیثیت سے۔ اس طویل عرصے میں اُنہیں اکابرین جماعت کے ساتھ مل کر جماعتی کام کرنے کا خوب موقع ملا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے صدر مولانا سید محمد داؤد غزنوی مرحوم ان پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ اور جمعیت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم کو بھی اپنے اس شاگردِ رشید پر ناز تھا۔ مولانا محمد حنیف ندوی بھی ان کی علمی و ادبی صلاحیتوں سے بہت خوش تھے اور مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم بھی اپنے اس لائق شاگرد کی تحقیقی کارکردگی پر فخر کرتے تھے۔ بھٹی صاحب نے ان عالی قدر بزرگوں کے سایۂ شفقت میں رہ کر ان سے علمی و عملی طور پر مستفید ہونے کی سعادت حاصل کی۔ ہماری جماعتی تاریخ کا بہت سا حصہ ایسا ہے جس کے عینی شاہد فقط بھٹی صاحب ہیں۔ جماعت اہل حدیث کی تاریخ اور اکابر علماء کے بہت سے واقعات ان کی لوحِ ذہن پر نقش تھے اور ان میں اکثر واقعات کو انہوں نے اپنی تحریروں میں صفحۂ قرطاس پر مرتسم کیا ہے۔ یہ بہت بڑی خدمت ہے جو انہوں نے اکابرین جماعت کے حالات و واقعات کو تحریری صورت میں لا کر انجام دی ہے۔

گذشتہ سطور میں میں نے مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی اور ان کی صحافتی خدمات کا اجمالی سا تذکرہ کیا ہے۔ جو قارئین اس کی تفصیل جاننا چاہیں وہ راقم کی کتاب 'مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی: حیات و خدمات' کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ کتاب فروری ۲۰۱۱ء میں مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ گرامی مولانا عبد الحنان جانباز حفظہ اللہ نے جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ کی طرف سے شائع کی تھی۔

مولانا بھٹی کی تحریری کاوشیں

اکتوبر ۱۹۶۵ء میں ادارۂ ثقافت اسلامیہ سے انسلاک کے بعد بھٹی صاحب کی زندگی کا ایک اور دور شروع

ہوتا ہے۔ اس دور میں بھٹی صاحب نے تصانیف و تراجم کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، وہ دور تک پھیلا دکھائی دیتا ہے۔ بھٹی صاحب نے جو تحریری کام کیا ہے، اس کی نوعیت کچھ اس طرح ہے:

(۱) تصانیف و تراجم (۲) اخباری مضامین و مقالات (۳) اخباری اداریے اور شذرات

(۴) کتابوں پر تبصرے (۵) بہت سی کتابوں پر مقدمات

یہ تمام تحریریں اگر کتابی سائز میں منتقل کی جائیں تو چالیس ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہوں گی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ۳۴، ۳۵ سال کی تقریروں کے بے شمار صفحات اس کے علاوہ ہیں۔ متعدد کتابوں کی ایڈیٹنگ (ادارت) بھی اس میں شامل نہیں۔

یہ بہت بڑی تحریری خدمت ہے جو بھٹی صاحب نے سرانجام دی ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی علمی و تحقیقی تصانیف کا تعارف۔ اس کا آغاز ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور سے ہوتا ہے۔

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۵۰ء میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم نے قائم کیا تھا۔ انھوں نے ادارے کے لیے تھوڑے عرصے میں ہی بہت سی علمی اور نابغہ عصر شخصیات کی خدمات حاصل کر لی تھیں۔ خلیفہ صاحب نے ۱۹۵۹ء میں وفات پائی۔ مولانا اسحاق بھٹی صاحب نے اکتوبر ۱۹۶۵ء سے ۱۶ مارچ ۱۹۹۶ء تک ادارۂ ثقافت اسلامیہ میں تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ بائیس سال ادارے کے ماہنامہ 'المعارف' کے ایڈیٹر رہے۔ یہ خالص علمی اور تحقیقی مجلّہ تھا، جس میں بے شمار مضامین و مقالات لکھے۔ ادارے کی طرف سے شائع ہونے والے مجلہ 'ثقافت' میں (جو بعد میں المعارف کے نام سے موسوم کر دیا گیا) بھٹی صاحب لکھتے رہے۔ 'المعارف' میں ان کے لکھے ہوئے اداریے اور علمی و تحقیقی مضامین اہل علم دلچسپی سے پڑھتے تھے۔ بھٹی صاحب تیس سال ادارے سے وابستہ رہے۔

ادارے کی طرف سے شائع ہونے والی اُن کی کتب اہل علم اور تحقیقی ذوق رکھنے والوں کے ہاں سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ اپنے موضوع پر وہ انوکھے انداز کی کتابیں ہیں۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں رہ کر بھٹی صاحب نے جو تصنیفی خدمات سرانجام دیں، اس کی تفصیل یہ ہے:

تصانیف و تراجم

'الفہرستہ' از ابن الندیم

محمد بن اسحاق ابن الندیم بغدادی چوتھی صدی ہجری کے نامور محقق اور مؤرخ تھے۔ اُنھوں نے اپنی اس کتاب 'الفہرست' میں چوتھی صدی ہجری تک، تمام علوم و فنون سے متعلق معلومات جمع کر دی ہیں۔ یہ ضخیم کتاب معلومات کا بحر ذخار ہے اور تاریخ و رجال کے فن اور دیگر علوم و فنون کے بارے یہ مستند اور بنیادی حوالے کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ بھٹی صاحب نے اس اہم کتاب کو عربی سے اُردو کے قالب میں ڈھالا اور اس

کے بہت سے مقامات پر مفید حواشی لکھے۔ ترجمہ رواں، شگفتہ اور سلیس ہے۔ ۹۱۴ صفحات پر پھیلا ہوا یہ ترجمہ وتحشیہ بلاشبہ بھٹی صاحب کا عظیم کارنامہ اور مطالعہ کے شائقین کے لیے انمول تحفہ ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۶۹ء میں پہلی بار طبع ہوا اور کسی بھی زبان میں کیا جانے والا الفہرست کا یہ اوّلین ترجمہ ہے جو عربی سے اُردو میں ہوا۔ اس کتاب کے شروع میں ایک مشہور شعر ہے: بُكاء الأقلام تتبسّم الكتب

"قلموں کے رونے سے کتابیں مسکراتی ہیں۔"

'برصغیر پاک وہند میں علم فقہ'

اپنے موضوع کی یہ پہلی کتاب ہے جو اُردو زبان میں تحریر ہوئی۔ اس میں سلطان غیاث الدین بلبن (۶۸۶ھ) کے عہد سے لے کر سلطان اورنگ زیب عالم گیر (۱۱۱۸ھ) تک کے دور کی فقہی کاوشوں کو ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے اور تفصیل کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ برصغیر علم فقہ سے کیسے آشنا ہوا۔ نیز اس کتاب میں اس خطہ ارضی میں تالیف کی جانے والی فقہی کتب: فتاویٰ غیاثیہ، فتاویٰ قراخانی، فوائد فیروز شاہی، فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ حمادیہ، فتاویٰ ابراہیم شاہی (حصہ فارسی)، فتاویٰ امینیہ، فتاویٰ بابری اور فتاویٰ عالم گیری پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے مؤلفین کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ بھٹی صاحب نے کتاب کے مقدمے میں فقہ کی تعریف، اس کی ضرورت واہمیت اور قرآن وحدیث سے اس کے بنیادی تعلق کو بھی بیان کیا ہے۔

کتاب کا مقدمہ بڑا وقیع اور معلومات کا خزینہ ہے جس میں علم فقہ سے متعلق بہت سی باتیں آ گئی ہیں۔ یہ کتاب چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار جون ۱۹۷۳ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف سے شائع ہوئی۔

'فقہائے ہند'

یہ کتاب دس جلدوں میں ہے۔ اس میں پہلی صدی سے لے کر تیرھویں صدی ہجری تک کے برصغیر کے ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور شیعہ علمائے کرام اور فقہائے عظام کے حالات وواقعات نہایت ادب واحترام سے حیطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

ہر بزرگ کے تذکرے میں بتایا گیا ہے کہ وہ کس مسلک ومنہج، فقہ اور عقیدے کے حامل تھے اور علمی وعملی طور پر اُنھوں نے کیا کارنامے سرانجام دیے۔ یہ اپنے موضوع کی ایک نہایت تحقیقی کتاب ہے جو سینکڑوں فقہا کی زندگی کے علمی کارناموں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ پہلی صدی ہجری سے لے کر تیرھویں صدی ہجری تک کے بہت سے فقہا کے حالات بھٹی صاحب نے بڑی محنت اور جاں فشانی سے صفحۂ قرطاس پر مرتسم کیے ہیں۔ ہر جلد کے شروع میں لائق مصنف نے ایک جامع مقدمہ لکھا ہے جو اس دور کی علمی، ادبی، سیاسی اور مذہبی صورت حال کی عکاسی کرتا ہے۔ اس عظیم کتاب کے مقدمات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ فقہائے ہند کی دس جلدوں کی تفصیل یہ ہے:

جلد اوّل: پہلی صدی سے آٹھویں صدی ہجری تک صفحات ۳۲۸ طبع ۱۹۷۴ء

جلد دوم: نویں صدی ہجری	صفحات ۲۶۴	طبع ۱۹۷۵ء
جلد سوم: دسویں صدی ہجری	صفحات ۴۰۰	طبع ۱۹۷۶ء
جلد چہارم: حصہ اول: گیارھویں صدی ہجری	صفحات ۲۸۰	طبع ۱۹۷۷ء
جلد چہارم: حصہ دوم: گیارھویں صدی ہجری	صفحات ۴۱۶	طبع ۱۹۷۸ء
جلد پنجم: حصہ اول: بارھویں صدی ہجری	صفحات ۳۵۲	طبع ۱۹۷۹ء
جلد پنجم حصہ دوم: بارھویں صدی ہجری	صفحات ۴۲۸	طبع ۱۹۸۱ء

فقہائے پاک وہند

جلد اول: تیرھویں صدی ہجری	صفحات ۳۴۴	طبع ۱۹۸۲ء
جلد دوم: تیرھویں صدی ہجری	صفحات ۲۷۰	طبع ۱۹۸۴ء
جلد سوم: تیرھویں صدی ہجری	صفحات ۴۵۲	طبع ۱۹۸۹ء

'بر صغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش'

اس کتاب میں ان پچیس (۲۵) صحابہ کرام، ۴۲ تابعین اور ۱۸ تبع تابعین کے حالات شرح وتفصیل سے بیان ہوئے ہیں جو اشاعتِ اسلام یا کسی دوسرے سلسلے میں برصغیر میں وارد ہوئے۔ کتاب کے شروع میں ایک جامع مقدمہ ہے جس میں عرب ہند کے باہمی تعلقات اور بعض ہندوستانی قوموں کے عرب علاقوں میں جاکر آباد ہونے کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۲۲۴ ہے۔ طبع ۱۹۸۹ء لاہور۔

'ارمغانِ حنیف'

مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ ایک علمی شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ مصنف ومحقق، فلسفہ اسلامی کے نامور اسکالر اور قرآن حکیم کے بلند پایہ مفسر تھے۔ قدیم وجدید اسلامی علوم پر ان کی نظر تھی۔ اس کتاب میں مولانا حنیف ندوی کی علمی خدمات اور حالات زندگی کو خوبصورت اُسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۳۷۱ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کتاب کا ایک باب ندوی صاحب کے لطائف وواقعات پر مشتمل ہے جو بھٹی صاحب کے بلند ادبی ذوق کی عکاسی کرتا ہے۔ طبع ۱۹۸۹ء

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں ان کتب کی تالیف وتصنیف اور تراجم کے علاوہ بھٹی صاحب نے جن کتب کو ایڈٹ کیا، ان میں

① اُردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ از ڈاکٹر محمد ایوب قادری
② شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات از ڈاکٹر ثریا ڈار
③ شروحِ صحیح بخاری از غزالہ حامد
④ پیغمبرِ انسانیت از مولانا شاہ جعفر پھلواری

⑤ فقہ عمر، مترجم ابویحییٰ خان نوشہروی

ان کتابوں کو بھٹی صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے ایڈٹ کیا۔ ان پر جامع مقدمات لکھے اور شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ ان کے علاوہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے لیے جمع وتدوین قرآن، فضائل قرآن، مضامین قرآن، واقعات وقصص قرآن اور اعجاز قرآن کے نام سے مفصل مقالات لکھے۔ علاوہ ازیں متعدد دیگر موضوعات پر بھی تیس بتیس مقالات لکھے جو تمام کے تمام اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کی مختلف جلدوں میں شائع ہوئے۔[1]

شخصی خاکہ نگاری

اب ان کتب کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جو بھٹی صاحب نے ادارہ ثقافت اسلامیہ کے علاوہ تصنیف کیں۔ کئی سال پہلے بھٹی صاحب نے 'قومی ڈائجسٹ'، لاہور میں نامور شخصیات کے سوانحی خاکے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ سب سے پہلا شخصی خاکہ گیانی ذیل سنگھ پر لکھا جس کا عنوان تھا: 'کچے گھر سے قصر صدارت تک...'، علی ارشد صاحب نے اس مضمون کو فیصل آباد سے کتابت کروایا۔ محترم بھٹی صاحب کی خواہش پر وہ کتابی صورت میں شائع کر کے ہندوستان لے جانا چاہتے تھے۔ اس کتابت شدہ مضمون کو مجیب الرحمن شامی نے دیکھا تو اُنہوں نے اصرار کیا کہ اسے قومی ڈائجسٹ میں شائع کیا جائے۔ اس کے لئے اُنہوں نے 'قومی ڈائجسٹ' کے معاون مدیر جناب تنویر قیصر شاہد[2] کو بھٹی صاحب کے پاس بھیجا اور ادارتی نوٹ کے ساتھ مضمون شائع کیا۔

اس مضمون کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ لوگوں نے بھٹی صاحب کے منفرد انداز تحریر کو بڑا پسند کیا۔ پھر یہ سلسلہ چل نکلا اور قومی ڈائجسٹ میں عرصہ دراز تک بھٹی صاحب کے لکھے ہوئے شخصی خاکے اشاعت پذیر ہوتے رہے۔ پھر ان میں کچھ اضافے کیے گئے اور کچھ نئے خاکے لکھے گئے۔ ۱۹۹۷ء میں یہ خاکے مکتبہ قدوسیہ، اُردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئے۔

اب تک بھٹی صاحب کے لکھے ہوئے خاکوں کے چار مجموعے: نقوشِ عظمتِ رفتہ، بزمِ ارجمنداں، کاروانِ سلف اور قافلۂ حدیث اشاعت پذیر ہو کر منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔ ان چار مجموعوں کے تعارف سے پہلے بھٹی صاحب کے اُسلوبِ نگارش پر نامور اصحابِ قلم کی رائے کا اظہار ضروری ہے:

---

۱ راقم الحروف ایک سال 'اُردو دائرہ معارف اسلامیہ'، پنجاب یونیورسٹی میں بطورِ سینئر ایڈیٹر خدمات انجام دیتا رہا ہے اور اس کے مصنفین کا اشاریہ بھی میرے زیر ترتیب رہا۔ اس دوران مولانا اسحٰق بھٹی صاحب نے مجھے کہا کہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اُن کے شائع شدہ مقالات کی فہرست اُن کو میسر کی جائے۔ مولانا بھٹی کے مقالات درج ذیل موضوعات پر شائع شدہ ملے: محمد لکھوی، محمد بن عبد الوہاب، فتاویٰ عالمگیری، ملائکہ، منافق، مرتد وغیرہ (حسن مدنی)

۲ تنویر قیصر شاہد آج کل روزنامہ 'ایکسپریس' اسلام آباد کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر ہیں اور ان کا کالم 'تعاقب' کے عنوان سے اس اخبار میں چھپتا ہے۔ بھٹی صاحب سے طویل عرصے اُن کا یارانہ قائم رہا۔

① ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"مولانا محمد اسحاق بھٹی اُردو کے صاحبِ طرز ادیب اور انشاپرداز ہیں۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف و مؤلف اور بلند پایہ محقق ہیں۔ وہ مستند عالم دین بھی ہیں، ان کی زندگی کا طویل حصہ صحافت میں بسر ہوا۔ انھوں نے ہر طرح کے مسائل پر لکھا ہے، ان کے موضوعات و مباحث کا دائرہ ادب و سیاست، تاریخ و تعلیم، سیرت و سوانح، مذہب و صحافت اور اس کے مختلف گوشوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کی تحریروں میں معلومات اور علمی نکات کی فراوانی ہوتی ہے۔ اُن کے قلم اور زبان، دونوں سے لطائف کے پھول جھڑتے ہیں۔ وہ تحریر میں افکار کے موتی پروتے ہیں۔ ان کی تحریرات متن کے حسن اور اُسلوبِ نگارش کی رنگینی سے آراستہ ہوتی ہیں۔ افکار و معانی کا طلسم قاری کے احساسات پر چھا جاتا ہے۔ ان کے گلشن زار الفاظ و مضامین کا زائر و سائر ایک بار دیکھا، دوبارہ دیکھنے کی ہوس کا نعرہ لگاتا ہے اور اس کے سحر و جلال سے باہر نہیں نکل سکتا۔ وہ مختصر اور مفصل دونوں طرح کی تحریریں لکھنے پر قادر ہیں۔ ان کے اختصار میں ایجاز اور تفصیل میں دل کشی کی خوبی موجود ہوتی ہے۔ وہ بات سے بات پیدا کرتے اور مضامین و مباحث کو پھیلاتے چلے جاتے ہیں، لیکن تحریر و نگارش کی رنگینی، بیان کی طوالت اور واقعات کی تفصیل کا احساس نہیں ہونے دیتی۔ ان کی تحریر و نگارش کی سحر انگیزیاں اور افکار و معانی کی قیامت خیزیاں ان کی تمام تحریروں اور تصنیفوں میں موجود ہیں۔"

② نوائے وقت لاہور کے ایک معروف کالم نگار، ادیب و صحافی صاحب زادہ خورشید گیلانی تھے جو وفات پا چکے ہیں۔ مسلکی اعتبار سے بریلوی حنفی تھے۔ گیلانی مرحوم نے اپنی کتاب 'رشکِ زمانہ لوگ' میں 'گم نام مگر بلند مقام' کے عنوان سے بھٹی صاحب سے متعلق لکھا ہے:

"نقوشِ عظمت رفتہ' اور 'بزم ارجمنداں' دراصل مولانا محمد اسحاق بھٹی کی شگفتہ، شائستہ اور ان کے منفرد اُسلوبِ نگارش کی نمائندہ کتابیں ہیں، جنھیں پڑھتے ہوئے نہ دماغ تھکتا ہے اور نہ دل بھرتا ہے۔ سبک لہجہ اور رواں اُسلوب۔

جنھوں نے بھٹی صاحب کو دیکھا ہے یا ان سے ملاقات کی ہے، ان کی تین باتیں اُنھیں ورطہ حیرت میں ڈالتی ہیں، ایک یہ کہ وہ ریاست فرید کوٹ کے سکہ بند 'پنجابی' ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ 'مولانا' ہیں اور تیسری یہ کہ وہ مسلک کے اعتبار سے باعمل 'اہل حدیث' ہیں لیکن اردو اتنی صاف اور سلیس لکھتے ہیں کہ ان پر اہل زبان ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ کہیں گرہ نہیں، اغلاق نہیں، آورد نہیں اور عیب نہیں اور اس سے بڑھ کر حیران کن بات یہ ہے کہ وہ 'مولانا' تو پکے ہیں یعنی صحیح معنوں میں عالم، قرآن و حدیث، سیرت، تاریخ و فقہ پر مکمل عبور مگر عباپوش ہیں، نہ دستار بند؛ نہ تسبیح بدست اور نہ صافہ بداماں؛ نہ لوٹا ساتھ رکھتے ہیں اور نہ عصا ہاتھ میں تھامتے ہیں۔ خوبصورت داڑھی، عام شہریوں جیسا لباس اور سانده میں دوسرے محلے داروں کی طرح رہائش اور بود و باش۔ ان کے ماتھے پر علم کی

خشونت نام کو نہیں۔ آواز بھاری ضرور ہے مگر اس پر درشتی طاری نہیں ہونے دیتے۔ ہر لاحقے سابقے کے بغیر صرف اپنے نام پر اکتفا کرتے ہیں۔

اور تیسری بات ان کا اہل حدیث ہونا، وہ نماز میں رفع الیدین کرتے ہیں، آمین بالجہر کہتے ہیں اور فاتحہ خلف الامام پڑھتے ہیں مگر نہ کسی حنفی سے اُلجھتے ہیں اور نہ لڑتے ہیں۔ وہ اپنے مشرب کے پابند ہیں، کسی منصب کے دعوے دار نہیں، انھیں مل کر ہر ایک کو یہی احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک وضع دار، بردبار، روادار شخص سے ملے ہیں۔ نہ تکبر، نہ غرور اور نہ تصنع، نہ نفور، ورنہ جتنا علمی کام وہ کر چکے ہیں، اگر کوئی اس کا بیسواں حصہ بھی کرلے تو وہ رازی و غزالی کو اپنے پاس بیٹھنے تو کجا، پھٹکنے بھی نہ دے اور ایک جہازی سائز کا اشتہار صرف اپنے القاب و خطابات کے لیے وقف کر دے۔ مولانا اسحاق بھٹی بلند مقام تو ہیں مگر رہے گمنام کہ یہی اچھے لوگوں کا خاصہ ہے۔"

③ پروفیسر عبدالجبار شاکر (وفات ۱۳/ اکتوبر ۲۰۰۹ء) بھٹی صاحب سے متعلق اُن کی کتاب 'قاضی محمد سلیمان منصور پوری' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"انھوں (اسحاق بھٹی) نے تن تنہا تحقیق کے جو ہفت خواں طے کیے، یہ ان کی شخصیت کے جوہر کو نمایاں کرتے ہیں۔ قدرت نے انھیں ایک ایسا اُسلوب عطا کیا ہے جو اُردو زبان و ادب کے اسالیب میں ایک انفرادیت کا حامل ہے۔ ان کے ہاں معروف ادیبوں اور دانشوروں کی طرح نہ تو حکمائے مغرب کی کتابوں کے اقتباسات ہیں اور نہ وہ اپنے مطالب کے اظہار کے لیے مشکل تراکیب اور اَدقّ اصطلاحات کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کے ہاں اُسلوب میں ابلاغ کی حد درجہ خوبی دکھائی دیتی ہے۔ ان کا قلم شستہ اور پیرایہ شگفتہ ہے۔ سادگی میں پرکاری کے نقوش ان کی تحریر کا خاصہ ہے۔ انھوں نے نصف صدی تک جو علمی جواہر پیدا کیے ہیں، ان میں ابوالکلام کی نثری بلاغت، شبلی کی مؤرخانہ بصیرت، سید سلیمان ندوی کا اُسلوب تحقیق، مولانا مودودی کا دعوتی انداز، رشید احمد صدیقی کی سی شگفتہ نگاری، مولوی عبدالحق کی سی سادہ بیانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری کی جامعیت، مولانا محمد حنیف ندوی کا حکیمانہ اُسلوب، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی سادگی اور کتاب دوستی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کی طلاقتِ لسانی کی جھلکیاں ان کی تحریروں کے مختلف صفحات پر نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔

④ پروفیسر عبدالجبار شاکر، بھٹی صاحب کی کتاب 'میاں عبدالعزیز مالواڈہ' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"اُن کا اشہب قلم نئے سے نئے میدانوں میں شہسواری کے کمالات دکھا رہا ہے۔ بھٹی صاحب کی شخصیت عجیب دل آویزیوں کا مجموعہ ہے۔ اُن کے مطالعے میں بے پناہ وسعت ہے۔ ان کے حافظے اور استحضار پر ایک عالم کو رشک ہے۔ ان کے اُسلوب کی چاشنی دیدنی ہے۔ ان کی گفتگو "وہ کہیں اور سنا کرے کوئی" کے مصداق ہے۔ اُسلوب اگر اعلیٰ ابلاغ کے تقاضوں کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ اس دور کے صاحبِ طرز ادیب ہیں۔ زبان کی سادگی اور شگفتگی نے ان کے طرزِ نگارش کو ایک انفرادیت عطا

کی ہے۔ قلم کی شستگی اور اُسلوب کی شگفتگی نے ان کی ہر کتاب میں ایک عجیب جادو جگا رکھا ہے۔ مگر ان کے اُسلوب کی اصل رنگت، ان کے خاکوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ ذرا ''نقوشِ عظمتِ رفتہ' کے صفحات کو دیکھیے۔ 'بزم ارجمنداں' کے اوراق الٹیے۔ کاروانِ سلف' کی شخصیات کا مطالعہ کیجیے۔ 'محفل دانشمنداں' میں بیٹھیے اور 'قافلہ حدیث' کے ہم رکاب چلیے، کیا کیا اور کیسے کیسے اسالیب کے طلسمات کی کرشمہ سازی ہے۔ ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

⑤ مولانا محمد ادریس ہاشمی (وفات ۲۵ر مئی ۲۰۱۰ء) جماعت غرباء اہل حدیث پنجاب کے جنرل سیکریٹری تھے۔ وہ معروف صاحب علم اور نہایت وسیع النظر انسان تھے۔ وہ مولانا اسحاق بھٹی صاحب کی کتاب کاروانِ سلف' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے اپنے ماہنامہ صدائے ہوش، لاہور اگست ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں ادارتی صفحات پر لکھتے ہیں:

''مشہور عالم دین، صاحب طرز ادیب، مؤرخ و سوانح نگار، سیرت نگاری کے بے تاج بادشاہ اور سابق ڈپٹی ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی قلم کاری کا تازہ شاہکار 'کاروانِ سلف' شائع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکا اور بلا مبالغہ یہ حسین شاہکار ہے۔ موصوف کے قلم سے اس سے قبل ماضی قریب میں برصغیر پاک و ہند کی نامور شخصیات کے سوانحی خاکوں پر مشتمل دو مجموعے موسومہ 'نقوشِ عظمتِ رفتہ'، اور 'بزم ارجمنداں' شائع ہو کر عوام و خواص سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔ ان میں موصوف نے اہل حدیث حضرات کے علاوہ دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور بعض غیر مسلم شخصیات پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ اگرچہ بعض کم فہم 'وہابیوں' نے اس پر ناک بھوں بھی چڑھایا، مگر ہمارے نزدیک ان کتب کا یہی حسن ہے جس کی بنا پر اسے سب پڑھیں اور اس طرح بھٹی صاحب نے اہل حدیث اکابرین کے کام کو دوسرے مکاتبِ فکر کے لوگوں تک پہنچا دیا۔ مولانا اسحاق بھٹی عرفِ عام میں ہمارے ذہنوں میں موجود 'مولانا' کے تصور پر شاید پورے نہ اُتریں اور انہیں پہلی مرتبہ دیکھنے والا قاری شاید انھیں مولانا محمد اسحاق بھٹی تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ بالکل سادہ مزاج، صوفی منش، درویش صفت اور صوفی منش بھٹی صاحب سب سے پیار کرنے والے اور سلفیوں کے لیے شفیق و مہربان ہیں۔ کاروانِ سلف' کے نام سے شائع ہونے والا حسین شاہکار ان بعض 'ناراض اہل حدیث' حضرات کو خاموش جواب ہے، جو پہلے مجموعوں پر چیں بجبیں تھے۔ اس مجموعے میں ۲۰ کی تعداد میں اپنے وقت کے نابغہ روزگار مشاہیر کے تذکرے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بڑی جماعتوں، تنظیموں، میدانِ جہاد کے شاہ سواروں، شاہوں، ملک و بیرون ملک یونیورسٹیوں کے سند یافتہ صاحب جبہ و دستار سے جو کام نہ ہو سکا، وہ اکیلے بھٹی صاحب نے کر دیا، سچ ہے

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں''

⑥ ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر مسئول اور مکتبہ سلفیہ لاہور کے مالک و مدیر مولانا حافظ احمد شاکر بھٹی صاحب

کی تصنیف دل پذیر 'قاضی محمد سلیمان منصورپوری' کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"مولانا بھٹی کا اندازِ تحریر بہت جاذب، رواں دواں، شستہ اور سلیس ہے۔ واقعات نگاری اس طرح کرتے ہیں کہ قاری ان کے طرزِ بیان میں خود کو بہتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ موصوف کا حافظہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے اور اس میں محفوظ واقعات کا خوبصورت اظہار ان کا کمال ہے۔ ان کا قلم اگرچہ کبھی کبھی مؤرخ کے قلم کی طرح 'بے رحم' بھی ہو جاتا ہے لیکن اکثر تذکروں میں ان کے الفاظ عقیدت کے میلان و رجحان کے غماز ہوتے ہیں۔ ان کے قلم سے تذکار وتراجم رجال کا ڈھیر لگ جانے کے باعث بعض اصحابِ علم و قلم انھیں دورِ حاضر کا امام ذہبی کہتے ہیں، جو صحیح معلوم ہوتا ہے۔"

اہل علم وفضل کی ان آرا کے بعد اب بھٹی صاحب کے شخصی خاکوں کے مجموعوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

'نقوشِ عظمتِ رفتہ'

اس کتاب میں ۲۱ مقتدر شخصیات کے حالاتِ زندگی ان کی تمام عادات واطوار، علمی و ادبی، سیاسی اور مذہبی خدمات کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر مرتسم کیے گئے ہیں۔ اس مجموعے میں بلاامتیازِ مشرب تمام فقہی مسالک: اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی احباب کے اکابر علماء کو جگہ دی گئی ہے۔ بھٹی صاحب کی وسیع النظری ملاحظہ کیجیے کہ انھوں نے تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر قلم کاری کی ہے۔

انھوں نے ہندوستان کے سابق صدر اور اپنے جگری یار گیانی ذیل سنگھ پر بھی طویل مضمون لکھ کر اس کتاب میں شامل اشاعت کیا ہے۔ اس کتاب کا سب سے طویل خاکہ مولانا سید محمد داود غزنوی پر ہے جو ۱۱۲ صفحات پر محیط ہے۔ بھٹی صاحب نے مولانا غزنوی مرحوم کے ساتھ اپنی ۱۵ سالہ رفاقت کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری، حمید نظامی (نوائے وقت)، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا کوثر نیازی اور قاضی حبیب الرحمن منصورپوری کے علاوہ کتاب میں شامل دیگر حضرات کے سوانحی خاکے اُردو زبان وادب میں ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ ۶۴۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب عہدِ رفتہ کی نادر معلوماتی دستاویز ہے۔ یہ کتاب ۱۹۹۷ء میں مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئی۔

'بزمِ ارجمنداں'

سوانحی خاکوں کا یہ دوسرا مجموعہ ہے جو محترم بھٹی صاحب کے گوہر بار قلم سے معرضِ وجود میں آیا۔ اس میں مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، حافظ عبداللہ روپڑی، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، رئیس احمد جعفری، مولانا محمد علی لکھوی، شاہ محمد جعفر پھلواروی، مولانا محمد صدیق لائل پوری، مفتی جعفر حسین، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا عبداللہ گورداس پوری، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری اور ڈاکٹر اسرار احمد جیسی شخصیات کے خاکے شامل ہیں۔ اس کتاب کا سب سے طویل مضمون مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم پر ہے جو سوا سو

صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ دیگر عالی قدر حضرات کے سوانحی خاکے بھی نہایت تکریم سے لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب معلوماتی، ادبی اور علمی خوبیوں سے مزین ہے اور گزشتہ دور میں ان عالی قدر بزرگوں کی طرف سے آزادی کے لیے کی گئی کوششوں کا پتا دیتی ہے اور ان کے ملی و علمی کارناموں سے آگاہ کرتی ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۶۲۹ ہے اور یہ کتاب مارچ ۱۹۹۹ء میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کی طرف سے طبع ہوئی۔

'کاروان سلف'

اس کتاب میں بیسویں صدی عیسوی کے بیس فحول علمائے اہل حدیث کے حالات زندگی حیطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ ان تاریخ ساز اور نامور علمائے کرام میں: مولانا عبدالوہاب دہلوی، مولانا سید محمد شریف گھڑیالوی، مولانا عطاء اللہ شہید، مولانا نیک محمد، حکیم نور الدین لائل پوری، مولانا عبدالستار دہلوی، مولانا عبد اللہ اوڈ، مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی، مولانا عبد اللہ لائل پوری، مولانا سید بدیع الدین راشدی، مولانا محمد رفیق خاں پسروری اور حافظ عبد اللہ بہاول پوری کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ کاروانِ سلف کا ہر معزز رکن اپنی ذات میں ایک انجمن تھا۔ بلاشبہ یہ نیک طینت لوگ قول کے سچے، عمل میں پختہ اور کردار کے مثالی تھے۔ اُنھوں نے ہندوستان کے صنم کدۂ ظلمت میں توحید و سنت کی اشاعت کی۔ قرآن و حدیث کی دعوت و تبلیغ کے ذریعے لوگوں میں اسلامی تعلیم کو پھیلایا اور احکام نبوت کی اہمیت اُجاگر کر کے عمل بالحدیث کو فروغ دیا۔ بھٹی صاحب نے داعیانِ حق کے ان تابندہ ستاروں کی کہکشاں سجا کر جماعت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کاروانِ سلف ہماری گزشتہ صد سالہ دعوتی، تبلیغی، تصنیفی، تدریسی اور دینی سرگرمیوں کا آئینہ پیش کرتی ہے۔ اس خوبصورت کتاب کو ہمارے فاضل دوست مولانا محمد سرور عاصم صاحب نے اپنے اشاعتی ادارے مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد کی طرف سے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۵۱۶ ہے۔

'قافلہ حدیث'

۲۶ علمائے اہل حدیث کے حالات و واقعات پر مشتمل شخصی خاکوں کا یہ چوتھا مجموعہ ہے۔ اس میں دل چسپ پیرائے میں ان عظیم المرتبت علمائے اہل حدیث کے حالاتِ زندگی احاطہ تسوید میں لائے گئے ہیں۔ اس مجموعے میں شامل ہندوستان اور پاکستان کی چند معروف شخصیات کے نام یہ ہیں: مولانا سید امیر علی ملیح آبادی، مولانا محمد سلیمان روڑی والے، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، صوفی نذیر احمد کاشمیری، مولانا شمس الحق سلفی، حافظ عبد اللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد حنیف ندوی، پروفیسر عبدالقیوم، مولانا نور حسین گھرجاکھی، مولانا محی الدین لکھوی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا عبدالعظیم انصاری، مولانا محمد صادق خلیل، ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، ڈاکٹر وصی اللہ اور مولانا محمد عزیر شمس۔ یہ کتاب پہلی بار جنوری ۲۰۰۳ میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کی طرف سے شائع ہوئی۔ کتاب کے صفحات ۶۴۵ ہیں۔

بھٹی صاحب کی دیگر تاریخی و سوانحی کتب اور تراجم کے تعارف کے لیے دوسری قسط کا انتظار فرمائیں۔

بھٹی صاحب کی بیماری اور وفات

مولانا محمد اسحٰق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور طریقے سے زندگی کی ۹۱ بہاریں بسر کیں۔ ان کی صحت بہت اچھی تھی، جوانوں سے بڑھ کر عزم وہمت رکھتے تھے اور ان کا قلم بڑی تیزی سے چلتا تھا اور وہ اپنی زندگی کے آخری دور میں بھی علمائے اہل حدیث کے تذکار پر کئی کتب احاطۂ تحریر میں لے آئے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے راقم کو ٹیلی فون پر کہنے لگے کہ شخصیات پر میری آخری کتاب 'بوستانِ حدیث' ہو گی جو تکمیل کے بعد کمپوزنگ کے مراحل میں ہے۔ اس کے بعد غزنوی علماء پر کتاب لکھوں گا۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے راقم کو حکم دیا کہ میں ان کی کتاب فقہائے ہند کی تیرہویں صدی کے حصہ دوئم سے مولانا عبد اللہ غزنوی کے حالات فوٹو کاپی کروا کر بھجواؤں۔ میں نے بھٹی صاحب کے حکم کی فوری تعمیل کی اور اس کی وصولی پر اُن کا محبت بھرا فون آیا۔ وفات سے چند روز پہلے ان کا فون آیا کہ میاں باقر کے مدرسے کا نام کیا ہے۔ میں نے ان کو بتایا کہ 'مدرسہ خادم القرآن والحدیث، جھوک دادو طور' تو بڑے خوش ہوئے۔

ان سے میل ملاقات اور سلام وپیام کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ وہ راقم پر بڑی شفقت فرماتے اور گاہے گاہے تحریر ونگارش کے سلسلے میں مفید مشورے دیتے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب چمنستانِ حدیث میں راقم کے بارے ایک مضمون بھی لکھا تھا جس میں میرے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ میری کتابوں کا شاندار طریقے سے تعارف کروایا تھا۔ اس کے علاوہ چمنستانِ حدیث کے کئی مقامات پر میرا تذکرہ کیا ہے۔ ان سے میری دوستی کوئی بیس برسوں پر محیط تھی۔ اس عرصے میں میں نے ان کو نہایت قریب سے دیکھا، ان کے ساتھ اسفار بھی کئے، طویل مجالس میں بھی بیٹھا، میں نے ان کو ہمیشہ مخلص پایا۔ مجال ہے جو اُنہوں نے کبھی کسی دوسرے کی برائی کی ہو۔ جس کا بھی تذکرہ کیا، نہایت اچھے الفاظ میں کیا۔ وہ جماعت اہل حدیث کے تمام گروہوں میں اکابر اور اصاغر کے ہاں مقبول اور محترم تھے۔

۲۱ دسمبر ۲۰۱۵ء پیر کو مجھے ان کے برادرِ صغیر جناب سعید بھٹی صاحب نے ان کی بیماری کی اطلاع دی اور ساتھ ہی ان کا پیغام دیا کہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سے پوچھ کر بتاؤں کہ پیشاب کی نالی کی وجہ سے نماز کی ادائیگی کس طرح کروں؟ میں نے اثری صاحب سے مسئلہ پوچھ کر محترم سعید بھٹی صاحب کے ذریعے بات اُن تک پہنچا دی۔ شام تک سعید بھٹی صاحب اور لقمان بھٹی صاحب سے کئی بار رابطہ ہوا، اب ان کی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ لیکن اگلے روز نمازِ فجر کے وقت برادرم حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب نے ان کی وفات کی خبر سنا کر غم زدہ کر دیا۔ اس طرح ایک تاریخ ساز عہد کا خاتمہ ہو گیا۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی ایک نمازِ جنازہ ۲۲/ دسمبر ۲۰۱۵ء کی دوپہر ناصر باغ لاہور میں ادا کی گئی جو محترم ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب نے پڑھائی۔ جبکہ ان کے آبائی گاؤں منصور پور ٹیسیاں جڑانوالہ میں نمازِ عشاء کے بعد حافظ مسعود عالم کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ دونوں جگہ علماء عوام اور صحافتی حلقوں سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ قبر پر دعا مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب نے کروائی۔ اللہ تعالیٰ بھٹی صاحب کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے۔ آمین ثم آمین!